حضرت معاویہؓ اور قدیم مؤرخین ومحدثین (آخری حصہ)

ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی

اور پھر انتہائی اہم بات اس موضوع پر حافظ ابن القیمؒ نے کہی ہے: ''ولا خلاف ان اباسفیان ومعاویہ اسلما فی فتح مکہ سنہ ثمان'' (اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ابوسفیانؓ اور معاویہؓ فتح مکہ کے موقع پر سن 8ھ میں اسلام لائے)۔ حافظ ابن القیم کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنے مجموعہ فتاویٰ اور منہاج السنۃ میں لکھا ہے اور سیرت نبوی کی تمام مفصل کتابوں میں مذکور ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان اور والد طلقاء اور مؤلفۃ القلوب میں سے تھے، غزوہ حنین کے مال غنیمت سے رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کو سو سو اونٹ اور چالیس چالیس چھٹانک چاندی (درہم) دی تھی، دیگر مؤلفۃ القلوب سرداروں کی طرح تاکہ وہ اسلام پر قائم رہیں۔ اگر امیر معاویہؓ فتح مکہ سے قبل صلح حدیبیہ (6ھ) یا عمرۃ القضاء (7ھ) کے موقع پر اسلام لائے ہوتے تو غنیمت کے مال سے ان کا یہ حق نہیں بنتا تھا اور نہ حضور ﷺ ان کو یہ رقم اور اونٹ دیتے، نہ ان کو خود لینا چاہیے تھا۔ اور پھر وہ کون سا صحابی تھا جس نے اپنے ماں باپ یا آقا کے ڈر سے اسلام چھپایا، بلالؓ، عمارؓ، صہیبؓ وغیرہ صحابہ نے انتہائی ظلم برداشت کیے، مگر اپنے اسلام کو نہیں چھپایا۔ یہ تاریخ وحدیث کے بالکل برخلاف بات ہے کہ وہ فتح مکہ سے قبل سن 6 یا 7ھ میں اسلام لائے۔ ان کو مؤلفۃ القلوب میں سے ابن ہشام السیرۃ ص394 ج4) اور ابن خزام جوامع السیرۃ (ص245) اور ابن کثیر، البدایہ والنہایہ (4/360) وغیرہ نے بھی شمار کیا ہے۔ اسی طرح مضمون میں الصابۃ کا یہ حوالہ بھی غلط ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے، جس کا جی چاہے حافظ ابن حجر کی اس کتاب کی تیسری جلد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات پڑھ لے، اس میں کہیں ان کو کاتب وحی نہیں لکھا ہے۔ یہ بات لوگوں نے خواہ مخواہ مشہور کردی ہے اور افسوس کی بات ہے کہ حافظ ابن کثیر بھی اس رو میں بہہ گئے ہیں۔ جہاں تک حافظ ابن حجرؒ کا تعلق ہے۔ جو ابن کثیرؒ سے زیادہ وسیع العلم اور حافظ حدیث و مورخ ہیں، انہوں نے تو تمام کتب تاریخ کی طرح پہلے تو صرف اتنا ہی لکھا ہے: ''وکتب لہ'' (اور معاویہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے لکھا) ملاحظہ کیجیے کہ اس میں کہیں کتابت وحی کا ذکر نہیں۔ پھر آگے چل کر اسی الاصابۃ (3/434) میں قدیم ترین مؤرخ المدائنی (وفات 225ھ) کے حوالے سے لکھا ہے ''کان زید ثابت یکتب الوحی۔ وکان معاویہ یکتب للنبی ﷺ فیمابینہ وبین العرب'' (زید بن ثابتؓ وحی لکھا کرتے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ، نبی ﷺ کے لیے، آپ ﷺ کے اور عربوں کے درمیان جو معاملات ہوتے تھے وہ لکھا کرتے تھے) یعنی حضور ﷺ کے خطوط اور معاہدات لکھا کرتے تھے۔ اور یہی بات ابن حجر سے ایک صدی قبل امام ذہبی نے حضرت معاویہؓ کے مفصل سوانح حیات میں لکھی ہے اور انہوں نے اس کتابت کی حقیقت بھی اس طرح بیان کی ہے: ''وکتب لمرات یسیرۃ'' (چند ہی مرتبہ انہوں نے حضور ﷺ کے لیے ایسی کتابت یا خطوط نگاری کی) اسیر اعلام النبلائ، الذہبی ج3 ص321۔

قدیم ترین مؤرخ ابوالحسن المدائنی کی کاتبین نبی ﷺ سے متعلق کتاب تو اب مفقود ہے، لیکن ایک قدیم مؤرخ ابن عبدوس الجہشیاری کی اسلام میں وزیروں اور سیکریٹریوں سے متعلق کتاب ''الوزراء والکتاب'' مطبوع ہے، جس میں سب سے پہلے عہد نبوی یا حضور ﷺ کے کاتبوں کا ذکر اور ان کے اختصاصات بتائے گئے ہیں۔ گویا یہ حضور ﷺ کے مستقل منشیوں یا آفس اسٹاف کا ذکر ہے۔ اس میں وحی لکھنے والوں میں حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ زید بن ثابتؓ کتابت وحی کے ساتھ بادشاہوں اور حکمرانوں کو آپ ﷺ کی طرف سے خطوط لکھتے تھے، جب کہ حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ اور حضرت معاویہؓ آپ ﷺ کی روزمرہ کی ضروریات (حوائج) لکھا کرتے تھے۔ یہ ملحوظ رہے کہ محمد بن عبدوس الجہشیاری خود عہد عباسی میں (تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی ہجری کے ربع اول میں) عباسی خلفاء کے یہاں کاتب (سیکریٹری کے عہدے پر مامور تھے۔ ان کا سال وفات 331ھ ہے پھر حافظ ابن حجر نے بخاری کی اپنی مشہور شرح فتح الباری جلد 7 میں حضرت معاویہؓ کے ذکر میں صرف اتنا لکھا ہے: ''وصحب النبی ﷺ وکتب لہ'' یعنی نبی ﷺ کی صحبت حاصل کی اور ان کے لیے کتابت کی''۔ انہوں نے یہ قطعاً نہیں لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے وحی کی کتابت کی۔ (فتح الباری ج7 ص104)۔ اس طرح ابن حجر کا بیان الاصابہ اور فتح الباری دونوں میں یکساں ہے، یعنی صرف ''کتابت'' کا ذکر ہے، کتابت وحی کا ذکر سرے سے نہیں۔

امام ذہبیؒ جو انتہائی ثقہ محدث اور وسیع الاطلاع قدیم مورخ ہیں (وفات 748ھ) انہوں نے بھی کہیں حضرت معاویہؓ کی کتابت وحی کا ذکر نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس اپنی تاریخ الاسلام (عہد معاویہ، تحقیق عبدالسلام، بیروت، ص309) اور سیر اعلام النبلاء میں تصریح کی ہے کہ: ''کان زید بن ثابت کاتب الوحی وکان معاویہ کاتبا فیما بین النبی ﷺ وبین العرب'' (زید بن ثابتؓ کاتب وحی تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے اور عربوں کے مابین جو معاملات ہوتے تھے، ان کے کاتب تھے) یہ وہی بات ہے جو ذہبی سے چار سو سال قبل تیسری وچوتھی صدی ہجری کے مذکورہ بالا مورخ وکاتب (سیکریٹری) محمد بن عبدوس جہشیاری نے لکھی ہے۔

اور ان سے قبل مشہور مفسر، محدث اور مورخ امام طبریؒ نے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی نہیں بلکہ یہی لکھا ہے: ''ومعاویہ یکتب بین یدیہ فی حوائجہ'' (اور معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے سامنے آپ کی ضرورتوں کے امور لکھتے تھے)۔ تاریخ طبقہ دار المعارف القاہرۃ ج6 ص179)۔ طبری کے بعد مؤرخ المسعودی (وفات 347ھ) نے زیادہ تفصیل سے التنبیہ والاشراف میں آپ ﷺ کے دس مستقل کاتبین کا ذکر کیا ہے، جو مختلف امور میں کتابت کے ذمہ دار تھے، یعنی یہ آپ کا سیکریٹریٹ تھا اور پانچ ان کاتبین کا ذکر کیا ہے جو کبھی کبھار آپ ﷺ کی کسی معاملے میں کتابت کرایا کرتے تھے۔ انہی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے اور یہ تصریح کی ہے: ''وکتب معاویہ قبل وفاتہ باشہر'' (اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی وفات سے چند ماہ قبل کتابت کی)، (القاہرۃ 1938ء ص246)۔

مضمون نگار نے کتابت وحی کے سلسلے جو حوالہ ابن حزم کی کتاب جوامع السیرہ سے دیا ہے، اس میں قطع وبرید واضافے سے کام لیا ہے۔ انہوں نے زید بن ثابتؓ کی مستقل طور پر کتابت وحی کے ذکر بعد فتح مکہ کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کی کتابت کا ذکر کیا ہے، لیکن انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام کے بعد ''وغیر ذلک من الامور'' کا جملہ لکھا ہے (جمہرۃ التواریخ ص27) اور ہم نے دوسرے قدیم مورخین کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی ان معاملات میں کتابت کرتے، جو ان کے اور سرداران قبائل کے مابین ہوتے تھے۔ عصر حاضر میں ڈاکٹر مصطفی الاعظمی نے کتاب النبیؐ کے نام سے جو کتاب لکھی ہے (61 کاتبین کے حالات) اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی نہیں لکھا ہے۔

بڑا افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کتابت وحی کا ڈھول پیٹنے والے اس اظہار سے تغافل برتتے ہیں کہ وہ ظہور اسلام کے اکیس سال بعد اسلام لائے، فتح مکہ کے موقع پر جیسا کہ ہم نے مختلف شواہد سے ثابت کیا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اکیس سال تک کون قرآن لکھ رہا تھا؟ مکی عہد کی سورتوں اور اولین آٹھ سالہ مدنی عہد کی سورتوں کے نزول کے وقت حضرت معاویہؓ اسلام ہی نہیں لائے تھے اور ان اکیس برسوں میں بہت زیادہ قرآن لکھا جا چکا تھا، آخر کے دو برسوں میں تو بہت کم قرآن لکھا گیا۔ درس نظامی کے مدارس میں اسلامی تاریخ پڑھائی نہیں جاتی ہے۔ افسوس کہ دروس حدیث پڑھاتے ہوئے رجال حدیث اور صحابہ کے حالات سے انہیں بے خبر رکھا جاتا ہے، افسوسناک حد تک۔ مجھے اس کا ذاتی تجربہ کراچی میں ہوا۔ ڈیفنس کی دو مساجد میں نماز جمعہ میں، میں نے خطبہ جمعہ میں، دوسرے خطبہ میں خلفائے راشدینؓ کے نام کے ساتھ حضرت معاویہؓ کا نام بھی سنا تو پہلی مرتبہ مسجد سے باہر نکلتے ہوئے میں نے امام صاحب سے کہا کہ آج آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ وغیرہ ''السابقون الاولون'' صحابہ پر بڑا ظلم کیا، بڑے سٹ پٹائے کہ کیا بات ہوئی؟ میں نے کہا کہ آپ نے ان جلیل القدر صحابہ کا نام تو دعا کے ساتھ دوسرے خطبے میں لیا نہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا، جو بہت بعد میں اسلام لائے، ساتھ ہی میں نے ان سے یہ بھی پوچھا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے تھے؟ تو انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے جب بتایا کہ وہ حضور ﷺ کی وفات سے صرف دو سال قبل سن 8ھ میں اسلام لائے تھے تو بڑے خاموش ہوئے۔ دوسرے صاحب جو ملتان کے کسی بڑے مدرسے کے فارغ التحصیل تھے۔ انہوں نے اپنے خطبہ کا پہلا حصہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا تصنیف کردہ پڑھا، دوسرا خطبہ جس میں خلفائے راشدین کے ساتھ حضرت معاویہؓ کا نام تھا، میں نے موصوف سے پوچھا کہ آپ نے دوسرا خطبہ مولانا تھانوی صاحب کا نہیں پڑھا، وہ کس کا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ وہ مفتی رشید احمد صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ مولانا تھانوی کے خطبہ ثانیہ میں حضرت معاویہؓ کا نام نہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بتایئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کب اسلام لائے، تو وہ بھی پہلے خطیب کی طرح اس سے لاعلم تھے، مجھ سے کہنے لگے آپ بتایئے، میں نے جب بتایا کہ وہ ظہور اسلام کے اکیس سال بعد سن 8ھ میں اسلام لائے تو کھسیانے سے ہوئے۔ لوگوں نے ان کی کتابت وحی کا اتنا پروپیگنڈا کیا ہے کہ لوگ ان کو اولین صحابہ میں سے سمجھنے لگے ہیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ وہ نہ مہاجرین میں سے تھے اور نہ انصار میں سے، جن کی فضیلت قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے۔

اورنگزیب صاحب تو ان کے ایسے مداح ہیں کہ کاتب وحی کے ساتھ ساتھ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''رازدار رسول'' بھی لکھ دیا ہے، یہ یا تو لاعلمی ہے یا صریحی غلط بیانی ہے۔ وہ سیرت ابن ہشام پڑھیں تو ان کو صاف معلوم ہوگا کہ رازدار رسول ﷺ (امین سرّ النبی ﷺ) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ تھے، جو جنگ تبوک میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے اور اس موقع پر ان کو آپ ﷺ نے بعض منافقین کے نام بتادیے تھے اور ہدایت کی تھی کہ وہ کسی کو نہ بتائے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بہت پوچھا، لیکن انہوں نے نہیں بتایا، رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد انہوں نے حضرت عمرؓ کو یہ نام بتادیے۔ حافظ ابن حجر نے بخاری ومسلم کے حوالے سے ان کا لقب ''صاحب السر'' لکھا (رازدار) ہے۔ کسی قدیم عرب مصنف نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''صاحب السر'' نہیں لکھا ہے، وہ ہو بھی کیسے سکتے ہیں؟ وہ تو حضور ﷺ کی وفات سے صرف دو سال پہلے اسلام لائے تھے اور ان کے والد ابوسفیان پر آپ ﷺ نے جنگ احد کے موقع پر لعنت بھیجی تھی، کہا تھا: ''اللہم العن اباسفیان'' (امام ذہبی سیر اعلام النبلاء 3/564، بحوالہ امام ترمذی)

امام احمد بن حنبلؒ اور امام بخاریؒ کے استاد مشہور محدث اسحاق بن راہویہ نے تصریح کی ہے: ''لایصح عن النبی فی فضل معاویہ شیئ'' (نبی ﷺ سے معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں ہے)۔ بعد میں امام ابن جوزی نے حدیث: ''اجعلہ ہادیا ومہدیا'' (اے اللہ اس کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا) کو اپنی کتاب ''العلل المتناہیۃ فی الاحادیث الواہیہ (نشر ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد، طثانیہ 1981) کی کتاب الفضائل والمناقب ص274 پر موضوع لکھا ہے اور مسند الامام احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مشہور روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو بھیجا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر لائیں، وہ تین مرتبہ آپ ﷺ کے حکم پر بلائے گئے، تینوں مرتبہ انہوں نے آکر بتایا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے بددعا دی: لا اشبع اللہ بطنہ (اللہ کبھی اس کو شکم سیری نہ دے) اس کا نتیجہ تھا کہ وہ دن میں سات بار کھانا گوشت وحلوہ وغیرہ کھاتے تھے، لیکن شکم سیر نہیں ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ میں کھانے سے تھک جاتا ہوں، اس لیے رک جاتا ہوں، لیکن پیٹ نہیں بھرتا (ذہبی، سیر اعلام النبلاء 3/123) وابن کثیر 8)

مسند ابوداؤد والطیالسی کے حوالے سے ذہبی (سیر اعلام النبلاء 3/143) اور ابن کثیر (8/131) نے بیان کیا ہے کہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا گیا کہ کیا آپ کو اس پر کوئی تعجب نہیں کہ طلقاء میں ایک شخص (معاویہ رضی اللہ عنہ) محمد ﷺ کے صحابہ سے خلافت پر نزاع کرکے خلافت پر قابض ہوگیا، تو انہوں نے جواباً کہا: تعجب کی کیا بات ہے؟ یہ اللہ کا اقتدار ہے، وہ نیک کو بھی دیتا ہے اور فاجر کو بھی، فرعون نے تو مصر میں چار سو سال تک حکومت کی (مختلف فرعونوں نے چار سو سال تک حکومت کی)۔

امام ذہبی نے فیصلہ دیا ہے کہ: ''اگرچہ صحابہ میں سے ان کے علاوہ دوسرے ان سے بہت بہتر، افضل اور قابل تھے، لیکن انہوں (معاویہ) نے انتہائی عقل مندی، بردباری اور سیاسی عقل سے حکومت کی اور ان کی کچھ خطاکاریاں وامور ہیں، حساب اللہ کے سامنے ہونے والا ہے''۔ (سیر الاعلام 3/133) اور بیالیس صفحات میں ان کے حالات لکھنے کے بعد ذہبی کا آخری فیصلہ ہے: ''اور معاویہ بہترین بادشاہوں میں سے تھے، وہ بادشاہان جن کا عدل ان کے ظلم سے زیادہ ہے اور وہ معاویہ خطاکاریوں سے بری نہیں ہے، اللہ ان کو معاف کرے''۔ (سیر الاعلام 3/159)

ملحوظ رہے کہ امام ذہبی نے ان کو خلیفہ نہیں ''خیر الملوک'' (بہترین بادشاہ) کہا ہے، کیونکہ تمام تواریخ میں لکھا ہے اور امام ابن تیمیہ اور ابن خلدون نے بھی نقل کیا ہے کہ وہ خود کو ''اول الملوک'' (اسلام میں پہلا بادشاہ کہتے تھے) اور ان کے طور طریقے بھی بادشاہوں جیسے تھے، گارڈس، محل (خضراونامی)، خواجہ سرا خادم وغیرہ۔

اسلام میں بادشاہت کے بارے میں صحابی رسول ﷺ سفینہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے: الخلافۃ بعدی ثلاثون ثم تکون ملکا (ابوداؤد، مسند الامام احمد، مسند الطیالسی) اور خلافت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے فوراً بعد سن 41ھ میں ختم ہوگئی کہ خلافت کے تیس سال پورے ہوگئے تھے۔ امام ذہبی اور دیگر کے بقول پھر معاویہ رضی اللہ عنہ حکمراں ہوئے اور زیب وزینت اور رعب وداب پر انہوں نے بہت توجہ کی، اس کے ساتھ انہوں (ذہبی) نے کہا: ''ولیتہ لم یعمد بالامر الی ابنہ یزید وترک الامۃ من اختیار ھلھم'' (اور کاش کہ انہوں نے یزید کو ولی عہد نہیں بنایا ہوتا اور امت کے لیے اختیار چھوڑ دیا ہوتا کہ وہ خلیفہ کا انتخاب کرے) ذہبی: 3/158

یہی وجہ ہے کہ امام ابن حزم نے اپنے رسالہ ''اسماء الخلفاء والولاۃ وذکر مدتہم'' (خلفاء اور حکمرانوں کے نام اور ان کی مدت حکمرانی میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے عہد تک تو خلافت کا لفظ لکھا ہے، یعنی خلافت ابی بکر، وعمر، وعثمان وعلی وحسن رضوان اللہ علیہم اور پھر حضرت معاویہؓ کے عہد حکومت کو ''ولایت معاویہ بن ابی سفیان، ولایۃ یزید ابنہ'' اور پھر سب اموی حکمرانوں کے لیے ''ولایت'' کا لفظ لکھا ہے۔ صرف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے لیے خلافت کا لفظ لکھا ہے (جوامع السیرہ وخمس رسائل اخریٰ صفحہ 356)۔ ایک بڑی اہم بات جو ان کے کتابت وحی کی نفی کرتی ہے، یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پہلی مرتبہ قرآن کو صحف (اوراق) میں لکھا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ ڈیوٹی حضرت زید ابن ثابتؓ کو دی تھی، یہ کہہ کر کہ تم بہت عقل مند نوجوان ہو اور وحی لکھتے رہے ہو، اب تم مختلف مواد تحریر سے نقل کرکے اوراق میں جمع کردو۔ واقعی انہوں نے پورے قرآن کو علیحدہ علیحدہ ورقوں میں لکھ کر ترتیب سے جمع کردیا، جو آج ہمارے سامنے ہے۔ پھر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں ان ہی صُحُف سے ایک مصحف (جلد) میں قرآن کے پانچ یا سات نسخے لکھے گئے اور لکھنے کا یہ کام حضرت زید بن ثابتؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، سعید ابن العاصؓ اور عبدالرحمن ابن الحارث بن ہشامؓ کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے قرآن کو ایک جلد میں لکھا، ان ہی اوراق سے جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ تھے۔ اس طرح جب دو مرتبہ قرآن کی کتابت کی گئی تو دونوں مرتبہ یہ مہم حضرت زید بن ثابت انصاریؓ اور تین قریشؓ کاتبین وحی کے سپرد کی گئی۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی ہوتے تو ان کو ان لوگوں میں شامل کیا جاتا، جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن کے سات نسخے ایک، ایک جلد میں تیار کیے اور وہ مختلف بڑے اسلامی شہروں کو بھیجے گئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وحی لکھنے والوں میں شمار نہیں تھا۔ قرآنی علوم پر یہ کتاب خاص طور سے امام سیوطیؒ کی ''اتقان فی علوم القرآن'' میں یہ بات تفصیل سے مذکور ہے''۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بخاری میں متعدد صحابہ کے فضائل ''مناقب'' کے عنوان سے لکھے ہیں، لیکن حضرت کا حالات ذکر معاویہؓ کے عنوان سے دیے ہیں اور صرف فقہ کے ایک مسئلے وتر کی بات لکھی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے امام ابن الجوزیؒ کے حوالے سے امام احمدؒ کا حضرت علیؓ وحضرت معاویہؓ کے بارے میں بڑا حقیقت افروز قول لکھا ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گویا ان کا فیصلہ ہے۔ ''عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا کہ آپ علیؓ ومعاویہؓ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے سر جھکایا اور پھر کہا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بہت سے دشمن تھے (یعنی خوارج وناصبی) ان کے دشمنوں نے بہت کوشش کی کہ ان کو علی رضی اللہ عنہ کا کوئی عیب مل جائے، لیکن ان کو کوئی عیب نہیں ملا، تو انہوں نے ایک ایسے شخص کے حالات کی طرف رخ کیا، جس نے ان (علی رضی اللہ عنہ) سے جنگ کی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دشمنی میں اس کی تعریف کے ڈونگرے باندھے ہیں''۔ انہوں نے امام احمدؒ کی اس بات کا ماحصل ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''فاشار بہذا الی ما اختلقو المعاویہ من الفضائل مما لا اصل لہ (اس سے انہوں نے اشارہ کیا ہے، ان من گھڑت فضائل معاویہ کی طرف جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس کے بعد حافظ ابن حجر اپنی رائے لکھتے ہیں کہ ان کے فضائل میں بہت سی احادیث بیان کی گئی ہیں، لیکن از روئے اسناد ان میں سے کوئی صحیح نہیں اور یہی بات پورے یقین کے ساتھ اسحاق بن راہویہ اور امام نسائی وغیرہ نے کہی ہے۔

یہ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے صحیح حالات، ان میں سے بہت سے گوشے ابھی لائق بحث ہیں، یہاں صرف مولانا اورنگ زیب کی غلط بیانیوں کی تصحیح کی گئی ہے، عام قارئین کو یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ ظہور اسلام کے اکیس سال بعد اور وفات نبی ﷺ سے صرف دو سال پہلے فتح مکہ کے بعد اسلام لائے اور وہ کاتب وحی نہیں تھے۔

☆☆☆☆☆